# انشائیہ ، انشائیہ نگاری اور اُردوانشائیہ کی روایت

عامرہ رسول[1]،ڈاکٹر محمد ارشد اویسی**

**Abstract:**

"Inshaia is Urdu term for the genre of light Essay. English word "Essay" has actually been derived from French "Essai" which is taken from Greece, which is a derivation of Arabic word "Al-sai". Light Essay has been introduced for the first time by French writer Montaigne. He expressed his feelings and emotions in a light way and called it "Eassi". After that Lord Beacon has developed this genre in English literature. In this article, the tradition of Urdu Inshaia has been traced back to English and French Light Essay and its development in Urdu has been discussed and analyzed."

انشائیہ ،انگریزی زبان کے لفظ Essayکا اُردو مفہوم ہے۔ انگریزی لفظ Essay،فرانسیسی لفظ Essai کی انگریزی صورت ہے۔ جس کے لغوی معنی کسی موضوع کے لیے کو شش کر نا ہیں۔ اس حوالے سے سید ظہیر الدین مدنی رقم طراز ہیں:

> "لفظ ایسےEssay، فرانسیسی لفظ Essaiکی انگریزی شکل ہے اور اسائی Eassiعربی لفظ "السعی" کی فرانسیسی شکل معلوم ہو تی ہے۔ دونوں الفاظ کوشش کے مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں۔ مانا جاتا ہے کہ لفظ Eassiیو نانی زبان سے فرانسیسی زبان میں آیا ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ عربی لفظ "السعی" ہی اس کی اصل ہے۔ صدیوں تک اندلس اور جنوبی فرانس پر عربوں کا سکہ چلتا رہا ہے۔ اس وجہ سے فرانسیسی زبان میں لاطینی سے بھیزیادہ عربی الفاظ رائج ہیں۔ ممکن ہے اسائی (Eassi)ان میں سے ایک ہو۔ آج کل اس صنف کو انشائیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"(۱)

انشائیہ کو بطور صنف ادب سب سے پہلے فرانسیسی مفکر مون تین نے متعارف کروایا۔ انہوں نے اپنے تاثرات و محسوسات کو ہلکے پھلکے انداز میں بیان کر کے انہیںEassiکا نام دیا۔ بعد ازاں انگریزی میں بےکن نے انشائیہ کو فروغ دیا۔ اس کے علاوہ جوزف اےڈےسن، ڈاکٹر جانسن ، جونا تھن سوفٹ ، چارلیس لیمب ، ڈی کو ئنس ، ای۔وی لوکس ، ورجینیا وولف اور رابرٹ لینڈ نے اس صنف ادب کے فروغ کے لیے کام کیا۔

برصغیر میں انگریزی کی آمد کے بعد انگریزی ادب کے اُردو اوردوسری مقامی زبانوں کے ادب پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اُردو ادب میں کئی نئی اصناف ادب کا اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ اظہار کے بھی نئے اسالیب سامنے آئے۔ انگریزی ادب کے زیر اثر جن اصناف ادب نے اُردو میں مقبولیت حاصل کی ان میں انشائیہ بھی شامل ہے۔

اُردو وادب میں انشائیہ کو ابتدائی طور پر مضمون کا بدل سمجھا گیا مگر یہ خیال مبنی بر حقیقت نہ تھا کیونکہانشائیہ اپنے مزاج اور اسلوب کے اعتبار سے مضمون سے بہت سے حوالوں سے مختلف ہے۔ مضمون اور انشائیہ کی حدود الگ الگ ہیں۔ انشائیہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مضمون سے الگ ہے۔ مضمون میں کسی موضوع پر سنجیدہ ، مدلل اور مر بوط گفتگو کی جاتی ہے۔ موضوع کے فکری زاویوں اور خارجہ حقائق کو مد نظر رکھا جا تا ہے ، جبکہ انشائیہ میں مصنف اپنے تا ثرات ومحسوسات کو ہلکے پھلکے انداز میں بیان کر تا چلا جاتا ہے۔ یہتحریرغیرسنجیدہ اور گپ شپ کا انداز لیے ہوئے ہوتی ہے۔ اس میں داخلیت کی جھلک نمایاں نظر

---

[1]پی ایچ ڈی سکالر، گیریزن یونیورسٹی، لاہور

** صدر شعبہ اُردو، گیریزن یونیورسٹی، لاہور

آتی ہے۔انشائیہ کے لیے انگریزی میں Personal Essayاور لا ئٹ ایسے کی اصطلاحات استعمال ہو تی ہیں۔

انشائیہ مصنف کی داخلی کیفیات اور محسوسات کا اظہار ہے۔ اس میں مصنف اپنے ذاتی تا ثرات کو غیرسنجیدہ انداز میں ، کسی منطقی ربط کے بغیر بے تکلفی کے ساتھ مختصر انداز میں بیان کر دیتا ہے۔ اس لیے اے جازو اختصار انشائیے کا جزو لازم قرار پاتا ہے۔ انشائیے کی ان خصوصیات کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل آذر لکھتے ہیں :

” انشائیہ وہ صنف نثر ہے جس میں مصنف اپنے ذاتی تاثرات اور انفرادی تجربات ، بے تکلفی اور اختصار کے ساتھ پیش کر تا ہے۔۔انشائیہ میں غزل کا سا ایجاز، افسانے کا اختصار ،ناول کا سافلسفۂ حیات اور ڈرامے کے انتظاریہ لمحات اور اس کے پس منظر میں طنز ومزاح کی دھیمی لمفنی ہوتی ہے اور ان سب پر مستزاد انکشاف ذات جو خاص انشائیے کے لیے مختص ہے۔“(۲)

انشائیہ میں مصنف نہ صرف اپنے ذاتی تاثرات اور انفرادی تجر بات کو پیش کر تا ہے بلکہ وہ ہمیں زندگی کو ایک نئے زاویے ، ایک نئے رخ سے دیکھنے کی دعوت بھی دیتا ہے۔ وہ انسانی زندگی کی بو قلمو نیوں کو ایک نئے انداز سے ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ وہ اشیا اور مظاہر فطرت کے پو شیدہ رموز کو اس انداز سے ہمارے سامنے لا رکھتا ہے کہ ہمارے شعور کے کئی گو شے منور کر دیتا ہے۔ وہ زندگی کی حقیقتوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے اور ہمارے لبوں پر مسکراہٹیںبکھیرتا چلا جاتا ہے۔ اس کے اندر تازگی کا عنصر نمایاں تر ہو تا ہے۔ انشائیہ میں یہ تازگی نہ صرف موضوع اور نقطۂ نظر کے حوالے سے ہوتی ہے بلکہ اس کا اسلوب بھی اپنے اندر تازگی لیے ہوئے ہو تا ہے۔ اس صنف ادب کا کمال یہ ہے کہ یہہمیں زندگی کی یکسانیت سے دور لے جا کر زندگی کو ایک نئے انداز اور نئے نقطہ نظر سے دیکھنے اور پر کھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ ہمارے ذہن کو ہر شے کا نئے سرے سے جائزہ لےنے پر تیار کرتی ہے۔ انشائیہ کی انہی خصوصیات کے حوالے سے ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں :

”ذہن کو یک لخت ایک نئی دنیا میں لاڈالنا اس ادب پارے کاکام ہے۔ اس سے زندگی کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کا شعور پیدا ہو تا ہے اور روزمرہ زندگی کے پامال گوشے نئی معنویت اختیار کرتے ہیں۔ اس میں جو بات بھی کی جاتی ہے اپنی ذات کے حوالے سے کی جاتی ہے یا کم ازکم اپنی ذات کو اس میں دخیل ضرور رکھا جاتا ہے۔ انشائی ادب کا اختصار اس کا بنیادی وصف ہے۔ جس طرح ناول کے مقابلے میں افسانہ زندگی کے حقائق کوتفصیلی طور پر دیکھنے کی بجائے چند اشاروں سے حقائق کی نقاب کشائی کرتا ہے اور اپنی بنیادی فضا کے سہارے زندگی کی معنویت کو ابھارتا ہے۔ اس طرح انشائیہ زندگی کی بو قلمونی کے کسی ایک رخ کو پیش کر کے ساری زندگی کو پہچاننے کی دعوت دیتا ہے۔“(۳)

انشائیے کے حوالے سے اپنی آرا کا اظہار کر نے والے زیادہ ترادیبوں اور ناقدین کا خیال ہے کہ انشائیہ شگفتگی اور تازگی سے بھر پور ہو تا ہے۔ انشائیہ میں مزاح کا رنگ بھی موجو د ہوتا ہے مگر یہ مزاح عامیانہ طرز کا نہیں ہو تا۔ انشائیے میں زیر لب تبسم کی کیفیت موجود رہتی ہے۔ اس کا اسلوب شگفتہ ، تر وتازہ اور رواں دواں ہوتا ہے۔ انشائیہ کی ایک اور خصوصیت اختصار ہے۔انشائیے میں بے جا تفاصیل کو دخل نہیں ہو تا بلکہ انشائیہ نگار مختصر مگر جامع انداز اختیار کرتے ہوئے بات کہتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ انشائیے میں موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انشائیے کے اتنے ہی موضوع اور رنگ ہیں جتنے رنگ اور انداز زندگی کے ہیں۔ جس طرح زندگی کے نو بہ نو رنگ ہیں اسی طرح انشائیہ کے بھی نوبہ نو رنگ اور پیرائیہ اظہار ہیں۔ انشائیہ میں زندگی کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کے حوالے سے اظہار خیال کیا جاتا ہے اور انسانی فطرت کے مخفی گوشوں کو سامنے لانے کی سعی کی جاتی ہے۔

انشائیہ کے حوالے سے مختلف لکھنے والوں نے اپنی اپنی آرا کا اظہار کیا۔ انشائیے کو مختلف ادوار میں کئی مختلف نام بھی دیے گئے۔ لیکن انشائیے کی حتمی تعریف پھر بھی مشکل ہے۔ کیونکہ انسان کی انفرادیت کا اظہار اپنے اندر بہت سے رنگ لیے ہوئے ہوتا ہے۔ ہر انسان کا داخل

اور اس کے انفرادی تجربات دوسرے انسان سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے انشائیہ کی حتمی تعریف ایک مشکل کام ہے۔ جبکہ پیٹر ویسٹ لینڈ کا تو کہنا ہے:

"ادب کی ساری اصناف میں انشائیہ ہی ایک ایسی صنف ہے ، جس کی تعریف نہیں ہو سکتی اس کی دو وجوہات ہیں۔ایک تو یہ کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ انشائیہ حقیقت میں کیا ہے؟دوسرا یہ کہ انشائیہ گوئی باضابطہ صنف ادب نہیں۔ انشائیہ نظم میں بھی لکھا جا سکتا ہے اور نثر میں بھی لکھا جا سکتا ہے"(۴)

انشائیہ نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں انشائیے لکھے اور زندگی کے مختلف رنگوں کو ہمارے سامنے پیش کیا۔ انشائیے کا بنیادی مقصد انسان کو ذہنی تازگی اورشگفتگی بخشنا ہے اور اسے چند لمحوں کے لیے زندگی کے جھمیلوں اور تفکرات سے آزاد کر نا ہے۔

انشائیہ کو بہتر طور پر جاننے اور اس کیتفہیم کے لیے ضروری ہے کہ ہم انشائیہ کی ان خصوصیات پر بھی غور کریں جو مختلف صاحبان نے بیان کی ہیں۔ انشائیہ کی یہ خصوصیات ، انشائیہ کی بہتر تفہیم میں ہماری معاونت کریں گی۔

انشائیہ کی ان خصوصیات کے مطالعے سے ہمیں انشائیہ کے لو ازمات کے حوالے سے آگہی حاصل ہو گی۔ انشائیے کی اہم ترین خصوصیت تازگی اور شگفتگی ہے۔ انشائیہ نگار اپنے ہلکے پھلکے انداز تحریر سے ہمیں تازگی کی مسرتوں سے ہم کنار کر تا ہے اور ہمارے فکر وشعور کو زندگی کے نئے رنگوں سے آشنا کر تا ہے۔ اس حوالے سے منور عثمانی لکھتے ہیں :

"انشائیہ تو فقط خوشیوں اور رازوں بھری ایک مسافت زاوئیہ نظر اور طرز حیات ہے ، انشائیہ کے تحت الشعور میں مسرت کی تلاش اور لا شعور میں عظیم اسرار کے دروازے پر دستک ، قبل ازوجود بھی موجود تھی اور بعدازوجود بھی موجود ہے۔ انشائیہ کی نمود ، مسرت میں چھپے انوکھے پن اور انوکھے پن میں چھپی مسرت کے اچانک پھوٹنے سے ہوئی تھی۔"(۵)

انشائیے کی ایک اور اہم خصوصیت "اختصار" ہے۔ انشائیے کی یہی خصوصیت اس کو مضمون یا مقالے سے الگ شناخت عطا کر تی ہے۔ اس صنف میں اختصار موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے موجود ہوتا ہے۔ اس میں تفصیل سے کسی چیز پر بات نہیں کی جاتی۔ مصنف جو کہنا چاہتا ہے وہ مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ وہ طویل بیانات اور مفصل گفتگو سے پر ہیز کر تا ہے۔ انشائیہ کا اختصار اس کے حسن کو دو چند کر دیتا ہے۔

انشائیہ کی ایک اور خصوصیت اس کی بے ربطی ہے۔انشائیہ کی تحریر بے ربط ہوتی ہے۔ اس کے اندر کوئی خاص ربط منطقی ترتیب موجود نہیں ہوتی۔ تحریر غیرسنجیدہ ہوتی ہے۔ اس کے اندر منطقی ربط وضبط تلاش کر نا سعی لاحاصل ہے۔ انشائیہ اتنا ہی بے ترتیب ہوتا ہے جتنی خود زندگی ہے۔

انشائیہ کی ایک اور اہم خصوصیت عدم تکمیلیت ہے۔ انشائیہ میں کوئی بھی بات مکمل تفصیل کے ساتھ نہیں کی جاتی اور نہ کسی موضوع پر بحث کو مکمل کیا جاتا ہے۔ بلکہ انشائیہ نگار جہاں چاہے کسی تحریر کو ختم کر سکتا ہے۔ انشائیہ نگار نا مکمل بات کر کے قاری کو سوچنے اور غور کر نے کا موقع فراہم کر تا ہے کہ قاری خود بخود غوروخوض کرے اور نا مکمل بات کو اپنے وجدان کی مدد سے مکمل کر ے یوں عدم تکمیلیت بھی انشائیے کا اہم وصف ہے۔ اس حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا رقم طراز ہیں :

"انشائیے کی ایک اور امتیازی خصوصیت اس کی "عدم تکمیل"ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک مقالے کی بہ نسبت انشائیے کا ڈھانچہ کہیں زیادہ لچکدار (Lose) ہو تا ہے۔"(۶)

انشائیہ ، اشیا ومظاہر کے مخفی مفاہیم ومعانی کو ہمارے سامنے لا تا ہے۔ وہ مفاہیم ومعانی جو معمول کی زندگی میں ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہیں ، وہ انشائیہ میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور زندگی کی نئی حقیقتوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ انشائیہ نگار ، معانی کے تناظر کو وسعت عطا کر تا ہے اور معانی کے نئے نئے جہان قاری کے لیے دریافت کر تا ہے۔ وہ معمولی سے معمولی اشیا کو بھی غیر معمولی بنا کر پیش کر تا ہے اور ان کے اندر معنویت بھر دیتا ہے۔ اس حوالے سے شاہد شیدائی نے اپنے خیالات کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"انشائیہ نگار اشیایا تعقلات کے چھپے ہوئے پہلوؤں کو ایسی لطافت کے ساتھ پیش کر تا ہے

کہ معنی آفرینی کا عمل متحرک ہو جاتا ہے جو قاری یا سامع کو ویسا ہی جمالیاتی حظ مہیا کر تا ہے جیسا کہ تشبیہ اور استعارہ مہیا کر تا ہے۔"(۷)

انشائیہ نگار ہمیشہ غیر رسمی طریقہ اختیار کر تا ہے ، وہ غیر رسمی طریقے سے اپنے شخصی ردعمل کا اظہار کر تا ہے اور ناظر کو اپنے حلقہ احباب میں شامل کر لیتا ہے۔ وہ غیر رسمی طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے رواں دواں اسلوب کا سہارا لیتا ہے اور چند لمحوں کے لیے ہمیں زندگی کے ہنگاموں سے دور لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ ہم زندگی کے تفکرات سے آزاد ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر تے ہیں۔

انشائیہ کی خصوصیات کو چند سطور میں بیان کر نا مشکل ہی نہیں نا ممکن ہے۔ مختلف انشائیہ نگاروں اور ناقدین ادب نے انشائیہ کی خصوصیات کے حوالے سے بہت کچھ لکھا ہے۔ یوں انشائیہ کی خصوصیات میں بہت وسعت آگئی ہے۔ انشائیہ حدود وقیود اور بند شوں کا قائل نہیں۔ یہ زندگی اور اس کے مختلف مظاہر کوہر نئے رنگ اور نئے انداز سے دیکھنے کا حوصلہ رکھتا ہے اور ان کو بیان کر نے کے لیے اچھوتا اور منفرد اسلوب بھی۔ انشائیہ کی خصوصیات کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں :

"انشائیہ پر مختلف نقادوں کی تحریروں سے اس تکنیک کے بارے میں بہت کچھ پڑھ کر مندرجہ ذیل اموزذہن میں ابھرتے ہیں ، اختصار ، غیر رسمی طریق کار، اسلوب کی شگفتگی ، عدم تکمیل کا احساس، شخصی نقطۂنظر اور، عنوانات کا موضوع یا نقطہ نظر سے ہم آہنگ نہ ہو نا ، گویا ان تمام اجزا کے حسین اور فنکارانہ امتزاج سے جنم لےنے والا فن پارہ انشائیہ ہو گا۔"(۸)

اس تمام بحث کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ انشائیہ ایک ایسی صنف ادب ہے جو انگریزی کے تو سط سے اُردو میں آئی۔ اس کے ابتدائی نقوش سر سید احمد خاں اور بعض دوسرے لکھنے والوں کے ہاں نظر آتے ہیں مگر ان تحریروں کو انشائیہ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ انشائیہ کے لیے تازگی وشگفتگی ضروری ہے۔ اس میں اختصار ہو، غیررسمی طریق کا رہو، تحریرسنجیدہ نہ ہو ، تحریرمیں بے ربطی اور عدم تکمیل ہو اور کسی موضوع پر مربوط تحریر کی بجائے گپ شپ کا انداز نمایاں ہو تو وہ انشائیہ ہو گا۔

## اُردو انشائیہ کی روایت

اُردو ادب میں مضمون نگاری کا آغاز انگریزی ادب کے زیر اثر ہوا۔ مضمون نگاری کی ابتدا سر سید احمد خاں نے کی۔ انھوں نے اپنے رسالے تہذیب الاخلاق کے ذریعے مضمون نگاری کو فروغ دیا۔ ان کے کئی مضامینایسےہیں جن میں انشائیہ کی جھلک نمایاں طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ان کے مضامینامید کی خوشی ، خوشامد، کاہلی اور گزار ہوازمانہ ، اپنی خصوصیات کے اعتبار سے انشائیہ کے قریب ہیں۔ لیکن یہ مضامین جدیدانشائیہ کی تعریف پر پورے نہیں اترتے۔ اس کے باوجود کئی لکھنے والے ایسےہیں جو سر سید احمد خاں کو انشائیہ نگار قرار دیتے ہیں۔ ان ناقدین میں ڈاکٹر وحید قریشی ، سید ظہیر الدین مدن ، ڈاکٹر سلیم اختر ، پر وفیسر نذیر صدیقی اور ڈاکٹر ملک حسن اختر کے نام نمایاں ہیں۔ سر سید کے حوالے سے ڈاکٹر ملک حسن اختر لکھتے ہیں :

"انھوں (سر سید ) نے اُردو انشائیے کا ڈھنگ بھی انگریزی سے سیکھا اور اُردو میں ایک نئی صنف کی بنیاد رکھی۔خوشامد ،سراب حیات۔ خود غرض ، گزار ہوا زمانہ ، بحث وتکرار ، امید کی خوشی اور بعض دوسرے مضامین انشائیے کی ذیل میں آتے ہیں۔"(۹)

سر سیداحمد خاں کے بعد مولانا محمد حسین آزاد ، مولوی نذیر احمد، مولانا عبد الحلیم شرراور میر ناصر علی کی بعض تحریریں بھی ایسی ہیں جن پر انشائیے کا گمان ہوتا ہے۔ بعدازاں سجاد حیدر یلدرم کا مضمون "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" جوش ملیح آبادی کا مضمون "ایک رند کا اعلان جنگ، وغیرہ بھی ایسےمضامین ہیں جو انشائیہ کے پیشروہیں۔ ان لکھنے والوں کے علاوہ سجاد انصاری ، قاضی عبد الغفار ، حامد اللہ افسر ، فلک پیما کے بھی کئی مضامین ایسےہیں جو انشائیہ کے بہت قریب ہیں۔ ابتدائی دور کے انشائیہ نگاروں کے حوالے سے نظیر صدیقی رقم

طراز ہیں:

"انیسویں صدی کے آخر میں مغرب سے جن چیزوں کے ابتدائی نقو ش اُردو ادب میں اُبھرے ان میں انشائیہ بھی ہے۔ سر سید کا مضمون امید کی خوشی، منشی سجاد حسین اور اودھ پنج کے دوسرے قلمی معاونین کے مزاحیہ خاکے اُردو میں انشائیہ نگاری کے پیش روکہے جا سکتے ہیں۔ شر رلکھنوی سجاد حیدر یلدرم ، خواجہ حسن نظامی ، فرحت اللہ بیگ ،رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری ، شوکت تھانوی ، کنہیا لال کپور، شفیق الرحمن ، کرشن چندر ، سعادت حسن منٹو ،ابراہیم جلیس ، امجد حسین ، وزیر آغا ان تمام ادیبوں کے یہاں اچھے اور قابل قدر انشائیے ملتے ہیں۔"(١٠)

یہ بات درست ہے کہ ابتدائی دور کے ادیبوں کے ہاں بعض تحریروں میں انشائیے کی جھلکیاں ملتی ہیں مگر ان ادبیوں کو باقاعدہ انشائیہ نگار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سر عبد القادر کے رسالے "مخزن " میں انشائے لطیف کے طور پر جو تحریریں شائع ہو ئیں وہ اُردو انشائیے کی پیشروضرور ہیں مگر انشائیے کی جدید تعر یف پر پورا نہیں اترتیں۔ اُردو میں تحریروں کے لیے مختلف ادوار میں مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی رہیں۔ اُردو میں انشائیے کے آغاز وارتقا کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمدخاں لکھتے ہیں :

"اُردو میں انشائیے کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن بحیثیت ایک منفرد نثری صنف اُردو انشائیہ اپنے تمام فنی محاسن کے ساتھ بیسویں صدی کی شروع کی دہائیوں میں اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ اس دور میں شعوری اور غیر شعوری طور پر ان گنت انشائیے لکھے گئے جو کبھی مضمون وپر سنل ایسے ، یا لائٹ ایسے ، کی حیثیت سے گردانے گئے تو کبھی انشائے لطیف کے اہم ادبی شہہ پاروں کے طور پر انہیں پہچانا گیا۔"(١١)

تقسیم ہند سے قبل اُردو میں انشائیہ بطور ایک الگ ادبی صنف کے شہرت ومقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ اس صنف کو مضمون نگاری کی ہی ایک شکل سمجھا جا تا رہا اور اسے کوئی ا ےسا نام نہ دیا گیا جو اسے "ایسےیا مضمون " سے الگ شناخت عطا کرتا۔ آزادی کے بعد ادبانے اس صنف کے فروغ کی طرف خصوصی تو جہ دی۔ مختلف ادبی رسائل میں انشائیہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہونے لگی اور یوں انشائیہ کے خدوخال نکھر کر سامنے آنے لگے۔ انشائیہ کے حوالے سے جن ادبی رسائل نے کام کیا ان میں "ادب لطیف " ادبی دنیا، اوراق اور دےگر ادبی رسائل شامل ہیں۔ ان رسائل میں شائع ہونے والے مضامین میں انشائیہ کے حوالے سے اس دور کے نام ور ادیبوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور انشائیہ کو مضمون سے الگ شناخت عطا کر نے کے حوالے سے قابل قدر کام کیا۔جدید اُردو انشائیہ بےسویں صدی کی چھٹی دہائی میں سامنے آیا اور ١٩٨٠ءکے بعد اُردو انشائیے کے دو رزریں کا آغاز ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد جن انشائیہ نگاروں نے انشائیہ کو بطور ایک ادبی صنف کے پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ان میں ڈاکٹر وزیر آغا، غلام جیلانی اصغر ،جمیل آذر ، مشتاق قمر ، سلیم آغا قزلباش ، حامد بر گی ، نظیر صدیقی ، بشیر سیفی ، کا مل القادری ، جو گند رپال ، جان کاشمیری اور نا صر عباس نیر کے نام اہم ہیں۔ان انشائیہ نگاروں نے اس صنف ادب کے فروغ کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

ڈاکٹر وزیر آغاکے انشائیوں کے چار مجموعے سامنے آئے ، جن میں "خیال پارے" ١٩٦١ء، "چوری سے یاری تک" ١٩٦٦ء، "دوسرا کنارہ" ١٩٨٢ءاور "سمندر اگر میرے اندر گرے"١٩٨٩ءشامل ہیں۔ بعدا زاں ان کے انشائیوں کے تمام مجموعوں کو کلیات کی شکل میں "پگڈنڈی سے روڈ رولر تک" ١٩٨٥ءشائع کیا گیا۔ اگلی اشاعت میں کلیات "پگڈنڈی" کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس کلیات میں ان کے ٧٣ انشائیے شامل ہیں۔

ڈاکٹر وزیر آغانے نہ صرف انشائیے لکھے بلکہ انہوں نے انشائیہ کے حوالے سے بہت سے تنقیدی مضامین بھی لکھے اور انشائیے کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے اپنے تنقیدی نظریات پیش کیے۔ ان کے تنقیدی مضامین نے انشائیے کو بنانے سنوارنے اور اسے ایک معتبر ادبی صنف بنانے میں اہم کردارادا کیا۔ ان کے ادبی رسالے اوراق نے بھی انشائیے کے فروغ میں جانداراور شاندار کردار ادا کیا۔ ان کے ابتدائی دور کے انشائیوں میں طنز ومزاح کا عنصر بھی موجود ہے

مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزاح کا رنگ ہلکا ہو تا گیا اور صرف تبسم زیر لب کی کیفیت باقی رہ گئی۔ وہ مظاہر کائنات کا بنظر عمیق جائزہ لیتے ہیں، ان کے باطن میں جھانکتے ہیں اور پھر اپنے مشاہدات ومحسوسات کو بیان کر دیتے ہیں۔ وہ مظاہر فطرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے۔ ان کے ان پہلووں کا جائزہ بھی لیتے ہیں جو عمومی طور پر لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ وہ اپنے انشائیوں میں نئے نئے موضوعات لاتے ہیں اور نو بہ نو پیرائیہ اظہار اختیار کرتے ہیں۔ ان کے انشائیے، جدید انشائیے کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر وزیر آغا کے ساتھ ساتھ رام لعل نابھوی ، نظیر صدیقی اور مشکور حسین یاد نے بھی انشائیے کے خدوخال کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان انشائیہ نگاروں نے ، انشائیہ کو ادبی حلقوں میں معتبر صنف ادب کا درجہ دلانے میں اپنا اپناکردار خلوص نیت سے ادا کیا۔ مشکور حسین یاد نے بطور خاص انشائیے کی طرف تو جہ دی اور بہترین انشائیے لکھے۔ ان کے انشائیوں میں طنز ومزاح کا عنصر بھی موجو د ہے۔ ان کے انشائیوں میں موضوعات کی رنگا رنگی اور اسلوب کا تنوع وہ خصوصیات ہیں جو ان کو دوسرے انشائیہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

غلام جیلانی اصغر نے بھی انشائیہ نگاری کے حوالے سے نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ ان کے ہاں اشیا ومظاہر کے حوالے سے جو مشاہدات واحساسات سامنے آتے ہیں وہ قاری کو بہت کچھ سوچنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ ا ن کے اہم انشائیوں میں "چہرے " مکان بنانا ، بستر میں لیٹنا ، کچھ جھوٹ کی حمایت میں وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے انشائیے تمام فنی لوازمات کو پورا کرتے ہیں اور انہیں اہم انشائیہ نگاروں کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

مشتاق قمر کا نام بھی اُردو انشائیہ کے فروغ کے حوالے سے ایک اہم نام ہے۔ انہوں نے اپنے انشائیوں میں فطرت کی بھر پو ر عکاسی کی۔ ان کے انشائیوں میں اسلوب کی انفرادیت بھی اپنے رنگ دکھاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان کے انشائیوں کا مجموعہ "ہم ہیں مشتاق " کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کی انشائیہ نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر بشیر سیفی لکھتے ہیں :

"مشتاق قمر موضوع کے چھپے ہوئے گو شوں کو جس طرح دریافت کر نے میں کا میاب ہوئے ہیں اس کے پیش نظر مشتاق قمر کو کا میاب انشائیہ نگار کہا جا سکتا ہے۔"(۱۲)

احمد جمال پا شا اپنے انشائیوں میں ایک منفرد قلم کار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ وہ اشیا ومظاہر کے باطن میں جھانکنے اور اپنے محسوسات کو بیان کر نے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ ان کے انشائیوں میں ان کی شخصیت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ اختصار اور عدم تکمیلیت ان کے انشائیوں کی اہم خصوصیات ہیں۔

جمیل آذر بھی ایک کامیاب انشائیہ نگار ہیں۔ انہوں نے انشائیہ نگاری کا آغاز ۱۹۶۶ءمیں اوراق سے کیا۔ ان کے انشائیوں کا مجموعہ "شاخ زیتون"ہے جو ۱۹۸۱ءمیں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ انہوں نے اپنے انشائیوں میں عصری مسائل اور واقعات کے حوالے سے مشاہدات ومحسوسات کو بیان کیا۔ ان کے انشائیے اپنے موضوعات کے حوالے سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ ان کے انشائیوں میں موضوعاتی تنوع بھی بھر پور انداز میں نظر آتا ہے۔ جمیل آذر کے انشائیوں کے حوالے سے ڈاکٹر بشیر سیفی رقم طراز ہیں :

"ان (جمیل آذر ) کے انشائیے اس لیے بھی قابل تو جہ ہیں کہ انہوں نے مجرد اور فکری موضوعات کی بجائے ایسے موضوعات پر انشائیے تحریر کیے ہیں جو عصری واقعات اور مسائل سے بھی متعلق ہیں۔ چنانچہ ان کے انشائیے اس الزام کو بھی غلط ثابت کرتے ہیں کہ انشائیہ زندگی سے مر بوط نہیں۔"(۱۳)

ڈاکٹر انور سدید نے بھی بڑے خو بصورت اور متاثر کن انشائیے لکھے۔ "ذکر اس پری وش کا " ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کے انشائیوں میں تبسم کی ایک زیر لب لہر آخر تک موجود رہتی ہے اور قاری کو غوروفکرکے نئے زاویے فراہم ہوتے ہیں۔ ان کا انشائیہ "مچھر کی مدافعت میں " تحریف نگاری کی عمدہ مثال ہے۔

سلیم آغا قزلباش بھی انشائیے کے حوالے سے اپنا الگ مقام اور پہچان بنانے میں کا میاب رہے۔ ان کے انشائیوں کا پہلا مجموعہ " سر گو شیاں " ۱۹۸۰ءمیں شائع ہوا۔بعداز اں ان کے انشائیوں

کا ایک اور مجموعہ ۱۹۹۲ءمیں بھی شائع ہوا۔ وہ اپنے انشائیوں میں نئے نئے سواالات کو جنم دیتے ہیں اور یوں ان کا انشائیہ معصوم حیرت اور استعجاب کا مرقع بن جاتا ہے۔ وہ مختلف اشیا کے ظاہر اور باطن کے حوالے سے ایسےایسے پہلووں کو سامنے لاتے ہیں کہ قاری حیرت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ ان کے اہم انشائیوں میں ”خواب دیکھنا ، نصیحت کرنا، چوہے ، موم بتی ، سمندر ، بر گد ، جال ، کرسی ، دوربین اور سرگوشیاں ہیں۔ ان کے انشائیوں کے حوالے سے ڈاکٹر بشیر سیفی رقم طراز ہیں:

”سلیم آغا کے انشائیوں کی ایک اہم خصوصیت ان کی معصوم حیرت اور استعجاب ہے جو مختلف اشیا کی ماہیت جاننے کی خواہش سے پیدا ہو تا ہے۔“(۱۳)

کامل القادری نے بھی بطور انشائیہ نگار ، شہرت ومقبولیت حاصل کی۔ وہ معمولی موضوعات کے معمولی پہلوؤں کو سامنے لانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ عموما قدےم تہذیب اور تاریخ کے حوالے سے موضوعات پر لکھتے ہیں ، مگر ان کا خوبصورت انداز ان معمولی موضوعات کو بھی غیرمعمولی انداز میں پیش کر تا ہے۔ ان کے انشائیوں میں اسلوب کی چاشنی بھی اپنا رنگ دکھاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ”الگنی “ ان کا معروف انشائیہ ہے۔ یہانشائیہ اپنے اندر انفرادیت کے کئی رنگ لیے ہوئے ہے۔ ان کا ایک اور انشائیہ ”فٹ نوٹ “ بھی اپنے اندر معنی کی کئی پر تیں لیے ہوئے ہے۔ اس انشائیے کو پڑھتے ہوئے قاری کو شگفتگی اور تازگی کا ایک عجیب احساس ہو تا ہے۔

رام لعل نابھوی کا نام بھی اُردو انشائیے کے حوالے سے ایک اہم نام ہے۔ ان کے انشائیے موضوع کی تازگی اور نوبہ نو پیرائیہ اظہار کی خصوصیات لیے ہوئے ہیں۔ ان کے اہم انشائیوں میں ”انتظار، پوسٹ کارڈ ، حیرت اور مسکرانا “ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ہاں موضوعات کی رنگا رنگی بھی نظر آتی ہے اور ان موضوعات کے نئے نئے پہلوؤں کی بہار بھی۔

ان انشائیہ نگاروں کی کا وشوں سے اُردو انشائیہ نے بطور ایک صنف ادب کے اپنے آپ کو منوایا۔ ڈاکٹر وزیر آغا ، ان کے رفقاءاور ان کے رسالے ”اوراق “ کی کوششوں سے انشائیہ نگار ی کی تحرےک نے فروغ پایا اور انشائیہ نگاروں کی ایکایسی کہکشاں وجود میں آئی جس کی روشنی میں اُردو انشائیے نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اس کہکشاں میں بہت سے نئے ستارے بھی شامل ہوتے گئے اور اُردو انشائیے کو اپنی بصیرت کی روشنی سے مزید منور کرتے گئے۔ انشائیے کے فروغ کے لیے جن دےگر انشائیہ نگاروں نے کاوش کی ان میں شہزاد احمد ، حامد برگی ، ارشد میر ، بشیرسیفی ، محمد اسد اللہ ، محمد یونس بٹ ، حیدر قریشی ، جان کا شمیری ، سلمان بٹ ، انجم نیازی ، اظہر ادیب ، محمد اقبال انجم، امجد طفیل ، شہزاد قیصر، راجہ ریاض الرحمن ، رشید احمد گوریجہ ، خالد صدیقی ، اکبر حمیدی ، شفیق بلو چ، ڈاکٹر نا صر عباس نیر کے نام اہم ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے لکھنے والوں نے انشائیہ نگاری کے حوالے سے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ انشائیہ نگاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان انشائیہ نگاروں میں کہنہ مشق انشائیہ نگار بھی ہیں اور نو آموز بھی۔انشائیہ نگاری کے موجودہ رجحان کو دےکھ کر یہ کہاجا سکتا ہے کہ انشائیہ کا مستقبل روشن ہے۔ انشائیہ کو قارئین کی ایک بڑی تعداد نے بھی پسند یدگی عطا کی ہے۔

انشائیہ کی مقبولیت میں ،سب سے اہم چےز اس میں پائی جانے والی موضوع کی وسعت ہے۔ اس صنف میں نئے نئے موضوعات کو اپنی گرفت میں لےنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ دنیا کا شاید ہی ایسا کوئی موضوع ہو جس پر انشائیہ نہ لکھا جا سکے۔ موضوع کے چھپے ہوئے گو شوں اور پو شیدہ پہلوؤں کو سامنے لانا انشائیہ نگار کاکام ہے۔ انشائیہ نگار یہ کام جتنی مہارت سے کرے گا اس کا انشائیہ اتنا ہی مقبول ہو گا۔انشائیے کا اسلوب بھی جاندار ہو تا ہے جو قاری کو مسرت ، تازگی اور شگفتگی عطا کر تا ہے۔انشائیہ نگار کا بیانیہ اور عمدہ اسلوب انشائیے کی کا میابی کی ضمانت ہے۔ اُردو انشائیہ جس انداز سے اپناسفر جاری رکھے ہوئے ہے اسے دےکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اُردو انشائیے کا مستقبل تابناک ہے۔ اُردو انشائیے کے مستقبل کے حوالے سے عامر عبدا للہ لکھتے ہیں :

”متنوع موضوعات پر متعدد انشائیوں کی اشاعت اور انشائیے پر تنقید ی کام کی ایک اہم وجہ اس صنف کی داخلی زرخیزی ہے اور دوسری اہم وجہ انشائیے کا بدلتے ہوئے ادبی اور ثقافتی منظر نامے سے ہم آہنگ ہو نا ہے--وہ چند اصناف جواس نئی ادبی وثقافتی صورت حال میں اپنا وجود برقراررکھ سکیں ،انشائیہ ان میں سر فہرست ہو گا۔ کیونکہ یہ فرد کی انفرادیت کا علمبردار ہے اور فرد کو سے نکال کر ایک الگ پہچان دیتا ہے۔ آنے والے وقت میں جو معاشرتی نظام ابھرے گا ، اس میں فرد کو اپنی شناخت اور انفرادیت کی بقا کی زیادہ ضرورت ہو گی اور اس میں انشائیہ انسان کی اس ضرورت کی تکمیل کا تخلیقی وسیلہ بنے گا۔ گویا انشائیے کا مستقبل روشن ہے۔“(۱۵)

کیونکہ جس تیزی سے انشائیہ لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے وہ انشائیہ کے روشن مستقبل کی خبر سنا رہا ہے۔ مزیدیہ کہ جس انداز میں انشائیہ اشیاءومظاہر اور خود انسان کے داخل کی تر جمانی کر تا ہے۔ یہ صرف اس صنف ادب کا کام ہے۔ کوئی اور صنف ادب اس حوالے سے انشائیے کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دورحاضر کا انسان جس طرح گونا گوں مسائل کا شکار ہے اس کی ذہنی آسودگی کے لیے انشائیہ سے بہتر اور کوئی صنف ادب نہیں۔ انشائیہ ہی وہ صنف ادب ہے جو انسان کو شگفتگی، تازگی اور مسرت بخشتی ہے اور انسان کو تفکرات سے آزاد کر کے ہلکا پھلکا کر دیتی ہے۔ اس لیے اس صنف ادب کا مستقبل روشن ہے کیونکہ مستقبل کے انسان کو انشائیہ کی آج کی نسبت زیادہ ضرورت ہو گی۔

# حوالہ جات


۱۔ ظہیر الدین مدنی ،سید، اُردو الیسز ، نئی دہلی ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ، ۱۹۹۲ء،ص۹
۲۔ جمیل آذر، ڈاکٹر، اُردو کے بہترین انشائیے ، سر گو دھا ، مکتبہ اُردو زبان ، ۱۹۷۶ء،ص ۸
۳۔ وحید قریشی ،ڈاکٹر، اُردو کا بہترین انشائی ادب ، مرتبہ ، لاہور ، میری لائبریری ، ۳۶۹۱ء،ص ۳۶
۴۔ پیٹرویسٹ لینڈ ، بحوالہ ،ڈاکٹر سلیم اختر ، انشائیہ کی بنےاد ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۸۸ء،ص ۱۸۱
۵۔ منور عثمانی ، وزیر آغا کی انشائیہ نگاری، دیباچہ ، پگ ڈنڈی ، ڈاکٹر وزیر آغا ، لاہور ، اظہار سنز ، س ن،
۶۔ وزیر آغا ،ڈاکٹر، دےباچہ ، خےال پارے ، سر گو دھا ، مکتبہ اُردو زبان ، ۱۹۸۳ء،ص ۱۲
۷۔ شاہد شیدائی ، نئے مکالمات ، عابد خو رشید ، لاہور ، جمہوری پبلی کیشنز ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۹۶
۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، انشائےہ کی بنےاد ،ص ۸۶۱ئ
۹۔ حسن اختر ملک ، تاریخ ادب اُردو ، لاہور ، یو نیورسٹی بک ڈپو ، ۱۹۷۹ء، ص ۷۵۲
۱۰۔ نظیر صدیقی ، انشائیہ کیا ہے؟ مشمولہ ، اُردو ادب کی فنی تاریخ ،ڈاکٹر فر مان فتح پوری، لاہور ، الوقار پبلی کیشنز ، ۲۰۰۳ء،ص۲۳۱
۱۱۔ نصیر احمد خاں ، ڈاکٹر ، آزادی کے بعد دہلی میں اُردو انشائیہ ، دہلی اُردو اکادمی ، ۱۹۹۹ء، ص۱۴
۱۲۔ بشیر سیفی ڈاکٹر، اُردو میں انشائیہ نگاری، لاہور ، نذیر سننز پبلشرز ، ۱۹۸۹ء، ص۲۶۰
۱۳۔ ایضاً،ص ۲۶۱
۱۴۔ ایضاً ، ص۲۷۲
۱۵۔ عامر عبدا للہ ، انشائیہ۔ ۲۰۰۰ء، میں مشمولہ ، کاغذی ، پیرہن ، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۳۴